طلاق ثلاثہ قرآن و سنت کی روشنی میں

ڈاکٹر شمس البصر
اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ علوم اسلامیہ
اسلامیہ یونیورسٹی، بہاولپور

طلاق کے معنی : "الطلاق فی اللغۃ حل الوثاق"(۱)
عقدہ کھولنے کے ہیں چنانچہ کہا جاتا ہے۔ "اطلقت الناقة فطلقت ای حل عقالها"(۲) اونٹنی کو کھول دیا گیا تو وہ آزاد ہو گئی یعنی اس کی رسی کھل گئی۔

طلاق اور اطلاق "کو حبس" کی ضد بھی قرار دیا گیا ہے۔ "الطلاق والاطلاق ضد الحبس وهو التخلية بعد اللزوم والامساك۔(۳)

طلاق اور اطلاق حبس (روکنے) کے برعکس ہیں اور اس سے مراد باہم ملنے کے بعد ایک دوسرے سے علیحدگی اختیار کرنے کے ہیں جبکہ شریعت میں طلاق کا اصطلاحی نام اس عمل کیلئے استعمال ہوتا ہے جس کے ذریعے شوہر اپنی بیوی سے مستقل طور پر علیحدہ ہو جاتا ہے۔

- وقوع کے اعتبار سے طلاق کی دو قسمیں ہیں۔

(۱) طلاق مسنونہ (۲) طلاق بدعی

ا۔ طلاق مسنونہ اس طلاق کو کہتے ہیں جو کہ تعلیمات نبوی ﷺ کے مطابق ہو۔ مسنونہ طلاق کے اثرات دو طرح کے ہو سکتے ہیں۔

i ایک یا دو طلاقیں (جن کے ساتھ بائن کا لفظ استعمال نہ ہو) دوران عدت رجعی ہوتی ہیں اور بعد از انقضائے عدت اس میں تجدید نکاح کے ذریعے میاں بیوی آپس میں پھر سے رشتہ ازدواج میں منسلک ہو سکتے ہیں۔

ii ایک یا دو طلاقیں (جن کے ساتھ بائن کا لفظ استعمال ہوا ہو) فوری طور پر بائن ہو جاتی ہیں اور دوران عدت رجعی نہیں رہتیں البتہ عدت ختم ہونے کے بعد تجدید نکاح

کے ذریعے میاں بیوی پھر سے رشتہ ازدواج میں منسلک ہو سکتے ہیں۔

۲ طلاق بدعی اس طلاق کو کہتے ہیں جو تعلیمات نبوی ﷺ کے خلاف دی جائے۔ بدعی طلاق کے اثرات تین طرح کے ہو سکتے ہیں۔

i ایک یا دو طلاقیں دوران حیض دی گئیں ہوں اگرچہ یہ طریقہ غیر مسنون ہے۔ پھر بھی طلاق واقع ہو گی۔ چاہے ایک ہو یا دو۔

ii ایک یا دو طلاقیں اس طہر میں دی گئیں ہوں جس میں میاں بیوی میں مقاربت ہو چکی ہو یہ طلاق بھی واقع ہو گی چاہے ایک ہو یا دو۔

iii تین طلاقیں یا تو بیک وقت لفظ تین کے ساتھ یا پھر ایک ہی نشست میں تین الگ الگ الفاظ میں ہوں۔ شرعی اصطلاح میں اسے طلاق بائن کبریٰ بھی کہا جاتا ہے اور طلاق مغلظہ بھی۔ چاہے دوران حیض دی جائیں یا اس طہر میں جس میں مقاربت ہوئی ہو۔ یا اس طہر میں جس میں مقاربت نہ ہوئی ہو۔ ان تمام صورتوں میں یہ مغلظہ ہو گی۔ یہی طلاق دورانِ عدت رجعی نہیں رہتی اور نہ ہی عدت کے بعد اس میں تجدید نکاح کی گنجائش ہوتی ہے۔

وقوعِ طلاق :

طلاق صریح الفاظ سے واقع ہوتی ہے اور کنایہ سے بھی۔ دونوں میں فرق یہ ہے کہ صریح طلاق میں نیت کا اعتبار نہیں ہوتا۔ جبکہ کنایہ میں نیت کا اعتبار کیا جاتا ہے۔ طلاق از راہ مذاق ہو یا حالت سنجیدگی میں، ہر دو صورتوں میں واقع ہو جاتی ہے۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا :

"ثلاث جدھن جد و ھذلھن جد' النکاح والطلاق والرجوع" (۴)

ترجمہ : تین امور ایسے ہیں جو حقیقت اور مذاق دونوں حالتوں میں حقیقت ہی سمجھے جاتے ہیں، نکاح، طلاق اور رجعت۔

یہ اس صورت میں جب طلاق کے الفاظ صریح ہوں اور اگر طلاق کے الفاظ صریح نہ ہوں تو بغیر نیت کے طلاق واقع نہ ہو گی۔

شافعی فقہ کے مشہور فقیہہ امام شیرازی فرماتے ہیں:

"اذا قال لامراته انت علی حرام و نوی به الطلاق فهو طلاق لانه یحتمل التحریم بالطلاق و ان نوی به الظهار فهو ظهار...... ولا یکون ظهار ولا طلاق من غیر نیة لانهٗ لیس بصریح فی واحد منهما و ان نوی تحریم عینها لم تحرم لما روی سعید بن جبیر قال جاء رجل الیٰ ابن عباس فقال انی جعلت امراتی علی حراماً قال کذبت لیست علیك بحرام ثم تلا یاایها النبی لم تحرم ما احل الله لك"(۵)

ترجمہ: اگر کسی مرد نے بیوی سے کہا کہ تو مجھ پر حرام ہے اور نیت طلاق کی تھی تو طلاق واقع ہوگی اس لئے کہ اس میں طلاق کے ذریعے حرمت کا احتمال ہے اور اگر اس کے ذریعے ظہار کی نیت کی تو ظہار ہے۔ لیکن بغیر نیت کے نہ تو طلاق ہے اور نہ ظہار۔ اس لئے کہ یہ لفظ دونوں میں سے کسی ایک کے لئے بھی صریح طور پر استعمال نہیں ہوتا اور اگر عین بیوی کے حرام ہونے کی نیت کی تو وہ اس پر حرام ہو ہی نہیں سکتی اس لئے کہ اس سلسلے میں سعید بن جبیرؒ سے مروی ہے کہ ایک آدمی حضرت ابن عباسؓ کے پاس آیا اور کہا کہ میں نے اپنی بیوی کو اپنے اوپر حرام کر دیا تو آپ نے فرمایا کہ وہ تم پر حرام نہیں ہوئی آپ نے قرآن کریم آیت "یاایھا النبی......" تلاوت فرمائی۔ یعنی اے نبی ﷺ تم ان چیزوں کو اپنے اوپر کیوں کر حرام قرار دیتے ہو جو تمہارے لئے اللہ نے حلال قرار دی ہیں۔

درج بالا بحث سے معلوم ہوتا ہے کہ طلاق کے لئے صریح اور کنایہ دونوں کے الفاظ میں فرق ہے۔ طلاق اگر صریح الفاظ سے ہو تو فوری طور پر واقع ہوگی جبکہ غیر صریح الفاظ کے استعمال کی صورت میں بغیر نیت کے واقع نہ ہوگی۔

اسی طرح صریح اور غیر صریح صرف لفظ طلاق تک محدود نہیں بلکہ اس کا اطلاق

تعداد طلاق پر بھی ہو تا ہے۔ اگر تعداد طلاق کے سلسلے میں تین' دو' ایک کا لفظ صریح ہو تو وہی سمجھا جائے گا جس کی صراحت ہو گی۔

طلاق قرآن کریم میں :

ارشاد خداوندی ہے

"الطلاق مرتان فامساك بمعروف او تسريح باحسان"(٦)

ترجمہ : طلاق دو مرتبہ (رجعی) ہے (دو کے بعد) یا تو معروف طریقے سے رکھنا ہو گا۔ یا پھر احسان کے ساتھ چھوڑنا ہو گا۔

اس آیت کریمہ پر غور کرنے سے معلوم ہو تا ہے کہ اس میں تین طلاقوں کی انتہائی صورت بیان کی گئی ہے اس میں "امساك" کا لفظ رجوع کے لئے اور "تسريح" کا تیسری طلاق کے ذریعے بیوی کو چھوڑنے کے لئے استعمال ہوا ہے۔ اگر اس مفہوم کے علاوہ کوئی اور مفہوم مقصود ہو تا تو یہاں "امساك" اور "تسريح" دونوں الفاظ نہ آتے اسی طرح یہ آیت تین طلاقوں کے مجموعی اختیار کو ظاہر کرتی ہے۔ اگر تین طلاقوں کے مجموعی اختیار کے علاوہ کوئی اور مقصود ہو تا تو پھر "مرتان" کہنے کی ضرورت نہ ہوتی۔

اسلام سے پہلے عربوں میں دستور چلا آرہا تھا کہ آدمی اگر ہزار بار بھی طلاق دیتا اور ہر بار عدت گزرنے سے پہلے رجوع کرتا تو وہ ایسا کر سکتا تھا۔ اسلام نے یہ طریقہ کار تبدیل کیا "الطلاق مرتان" والی آیت کا شان نزول یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ ایک شخص نے اسی جاہلی دستور کے مطابق اپنی بیوی کو طلاق دی اور جب عدت گزرنے کے قریب آئی تو رجوع کر لیا اس کے بعد پھر طلاق دی اور کہا خدا میں تجھے ایسے ہی الجھائے رکھوں گا۔ بغیر اس کے کہ تجھے اپنے قریب کروں اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت "**الطلاق مرتان فامساك بمعروف او تسريح باحسان**" نازل فرمائی اور حق رجعت کو صرف پہلی دو طلاقوں تک محدود کر دیا۔ (۷)

اسی طرح ایک اور جگہ ارشاد ہوا۔

"ولا تمسكوهن ضراراً لتعتدوا"(٨)

ترجمہ : اور ان کو ستانے کی نیت سے مت روکے رکھو تاکہ تم زیادتی کرو۔

ایک اور شانِ نزول یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ ایک شخص نے اپنی بیوی سے کہا کہ میں نہ تم کو بساؤں گا اور نہ جدا کروں گا کہ کسی اور جگہ چلی جاؤ۔ بیوی نے کہا کہ کیسے ؟ کہا تجھے طلاق دے دوں گا اور جب عدت ختم ہو جانے لگے گی تو رجوع کر لوں گا اور برابر ایسا ہی کرتا رہوں گا۔ اس عورت نے حضرت عائشہؓ سے اس کا ذکر کیا اس وقت تو وہ خاموش رہیں لیکن رسول ﷺ جب گھر تشریف لائے تو انہوں نے آپ ﷺ سے اس کا ذکر کیا۔ آپ ﷺ نے بھی اس وقت اس کا کوئی جواب نہ دیا بعد میں آیت ''الطلاق مرتان'' نازل ہوئی اور قدیم طریقہ طلاق بند ہو گیا(۹)

اہل جاہلیت عورت کو طلاق دے کر عدت کے دوران رجوع کرتے اور عورت کو تکلیف دینے کے لئے طلاق اور رجوع کا سلسلہ یکے بعد دیگرے جاری رکھتے ابو موسیٰ اشعریؓ عربوں کی اس عادت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں :

''مابال احدکم یلعب بحدوداللہ یقول قد طلقت و قد راجعت''(۱۰)

ترجمہ : تم میں سے اس شخص کا کیا حال ہے جو حدود اللہ سے کھیلتا ہے کبھی کہتا ہے میں نے طلاق دی اور کبھی کہتا ہے کہ میں نے رجوع کیا۔

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ آیت طلاق عربوں کو طلاق کے متعلق تعلیم دینے اور اس وقت کے مروجہ طریقہ طلاق کی منسوخی کے سلسلے میں نازل ہوئی۔ ''دور جاہلیت میں طلاق مرد کے ہاتھ میں کھلونا تھی جب چاہتا طلاق دیتا جب چاہتا رجوع کر لیتا اس طرح عورت کو معلق رکھ کر عذاب دیا جاتا۔''(۱۱)

ابن عربی اس سلسلے میں فرماتے ہیں :

''و ذلك لان الجاهلية كانت تطلق و ترد ابداً فبين الله تعالیٰ ان الرد انما يكون فى تطليقتين''(۱۲)

ترجمہ : اور یہ کہ اہل جاہلیت طلاق اور رجوع کا سلسلہ ہر وقت جاری رکھتے تو اللہ تعالیٰ نے واضح فرمایا کہ رجوع دو طلاقوں تک ہی ہو سکے گا۔ امام قرطبی فرماتے ہیں :

"ثبت ان اهل الجاهلية لم يكن عندهم للطلاق عدد فانزل الله هذه الاية بيان لعدد الطلاق الذى للمرء فيه ان ترتجع دون تجديد مهر وولى و نسخ ما كانوا عليه" (۱۳)

ترجمہ : یہ تو معلوم ہے کہ اہل جاہلیت کے ہاں طلاق کی کوئی حد نہیں تھی تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت (آیت طلاق) طلاق کی تعداد بیان کرنے کے لئے نازل فرمائی۔ جس میں مرد کو بغیر تجدید نکاح اور مہر اور ولی کے اپنے سابقہ نکاح میں رجوع کا حق حاصل رہے گا اور جو کچھ وہ کرتے رہے اس کو منسوخ کر دیا۔

اس پس منظر میں اسلام نے طلاق کا جو طریقہ کار متعارف کرایا وہ کیا ہے ؟اس حوالے سے ذیل میں دو سوالات کا جائزہ پیش خدمت ہے۔

۱ کیا "الطلاق مرتان" کی روشنی میں ایک جملے میں لفظ "تین" کے ساتھ طلاق دینے سے تین طلاقیں واقع ہوں گی۔ یا ایک طلاق واقع ہو گی یا پھر کوئی بھی طلاق واقع نہیں ہو گی ؟

۲ کیا بیک وقت تین متفرق کلمات میں طلاق' طلاق' طلاق کہنے سے تین طلاقیں واقع ہوں گی یا اس سے ایک طلاق واقع ہو گی یا پھر کوئی بھی طلاق واقع نہیں ہو گی ؟

بیک وقت لفظ "تین" کے ساتھ طلاق یا بیک وقت الگ الگ کلمات میں طلاق' طلاق' طلاق کہنے سے متعلق امت میں تین نقطہ ہائے نظر پائے جاتے ہیں :

۱ پہلا طبقہ طلاق ثلاثہ کے عدم وقوع کا قائل ہے۔

اگرچہ طلاق ثلاثہ سے کسی بھی قسم کی طلاق کے عدم وقوع کی رائے رکھنے والے امت میں انتہائی کم ہیں لیکن پھر بھی اس کا تذکرہ اہمیت سے خالی نہیں۔

ظاہر یہ ایک ساتھ تین طلاقوں کے عدم وقوع کے قائل ہیں :

"و يحكى عن داؤد ظاهرى انه لا يقع" (۱۴)

ترجمہ : داؤد ظاہری کے نزدیک (تین طلاقیں) واقع نہیں ہوتیں۔

صحابہ کرام میں سے سعید بن المسیب کا قول بھی عدم وقوع کا ہے۔

"وعن سعيد بن المسيب و جماعة من التابعين ان من خالف السنة في الطلاق فاوقعه في حيض او ثلاث لم يقع (۱۵)

ترجمہ : سعید بن مسیّب اور تابعین کی ایک جماعت کے نزدیک جس نے مسنون طلاق کے برعکس حیض میں طلاق دی یا تین طلاقیں ایک ساتھ دیں تو واقع نہیں ہوں گی۔

اسی طرح شیعہ امامیہ کے نزدیک خلاف سنت طلاق واقع ہی نہیں ہوتی چاہے طلاق ثلاثہ ہو' طلاق حالت حیض ہو یا ایسے طہر میں ہو جس میں مقاربت ہوئی ہو۔ (۱۶)

حافظ ابن القیم کا ایک نکتہ نظر یہ بھی ہے فرماتے ہیں :

"ان جمع الثلاث محرم و بدعة والبدعة مردودة" (۱۷)

ترجمہ : یہ کہ بیک وقت تین طلاقیں دینا حرام اور بدعت ہیں اور بدعت مردود ہے۔

آگے چل کر وہ فرماتے ہیں :

"و سائر ما تقدم في بيان التحريم يدل على عدم وقوعها جملة" (۱۸)

ترجمہ : اور تحریم کے بیان میں وہ تمام جو اوپر گزر چکا ہے وہ مجموعی طور پر طلاق کے عدم وقوع پر دلالت کرتا ہے۔

وہ اپنے دعویٰ کی تائید میں رسول اللہ ﷺ کی یہ حدیث پیش کرتے ہیں :

"من عمل عملاً ليس عليه امرنا فهو رد" (۱۹)

ترجمہ : جس نے کوئی ایسا عمل کیا جس کی ہماری طرف سے اجازت نہ ہو تو وہ مردود ہے۔

طلاق ثلاثہ کے عدم وقوع کے قائلین قرآن کریم کی آیت "الطلاق مرتان" ہی کو دلیل کے طور پر پیش کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ طلاق دو مرتبہ ہے چونکہ تین کا لفظ قرآن کریم میں نہیں اس وجہ سے "تین" سے طلاق واقع ہی نہیں ہوتی اگر یہی دلیل مان لی جائے تو طلاق مسنون تو پھر دو طلاقیں ہوئیں نہ کہ ایک یا تین۔ کیونکہ قرآن کریم میں ذکر تو دو طلاقوں کا ہے نہ

کہ ایک طلاق کا۔

دوسری آیت یہ پیش کی جاتی ہے۔

"و اذا طلقتم النساء فبلغن اجلھن فامسکوھن بمعروف او سرحوھن بمعروف" (۲۰)

ترجمہ : جب تم اپنی بیویوں کو طلاق دو اور وہ عدت کو پہنچیں تو ان کو یا تو معروف طریقے سے بساؤ یا پھر معروف طریقے سے چھوڑ دو۔

ان کے بقول اس آیت میں بھی تین طلاقوں کے ایک ساتھ دینے کا ذکر نہیں اس لئے ان کی رائے ہے۔

"ومن طلق ثلاثاً فی کلمة فلا یلزم اذھو غیر مذکور فی القرآن" (۲۱)

ترجمہ : جس نے ایک ساتھ تین طلاقیں دیں تو وہ واقع نہیں ہوں گی اس لئے کہ اس کا ذکر قرآن میں نہیں۔

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر الگ الگ طلاق دینے کا تذکرہ قرآن کریم میں نہیں تو کیا الگ الگ طلاقیں واقع نہیں ہوں گی۔ اسی طرح ایک طلاق دے کر چھوڑنا اور عدت تک انتظار کرنے پر سنت کا اطلاق کیسے ہو سکتا ہے۔ جہاں تک قرآن کریم کی آیت "الطلاق مرتان" کے مفہوم کا تعلق ہے، تو کیا "مرتان" سے دو ایک ساتھ طلاقیں مراد لی جائیں گی یا "مرة بعد مرة" یعنی یکے بعد دیگرے دو طلاقیں مراد ہوں گی؟ اسی طرح قرآن کریم میں نہ تو یکمشت تین طلاقوں کا تذکرہ ہے اور نہ الگ الگ تین کا، نہ دورانِ حیض ایک، دو یا تین الگ الگ یا ایک ساتھ کا نہ طہر میں مقاربت کے بعد ایک دو یا تین کا۔ ایسی صورت میں طلاقوں کی الگ الگ حیثیت کیا ہو گی؟

طلاق ثلاثہ کے عدم وقوع کا نقطہ نظر قرآن و سنت، تعامل صحابہ اور مسلمانوں کے عام عمل کے خلاف ہے۔ اس لئے کہ طلاق ثلاثہ کا قرآن کریم میں واضح طور پر نہ ہونے کا ہرگز یہ مطلب نہیں لیا جا سکتا کہ اس کا وجود ہی نہیں ایسے بہت سارے امور ہوتے ہیں جو ذکر نہ ہونے یا غیر مشروع ہونے کے باوجود اثرات کے حامل ہوتے ہیں۔

جبکہ طلاق ایک حلال عمل ہے اس لئے اس کی اجازت شریعت نے دی ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

"ابغض الحلال الی اللہ عز و جل الطلاق" (۲۲)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کے ہاں حلال امور میں سب سے زیادہ ناپسندیدہ عمل طلاق کا ہے۔

اگر طلاق کا تقابل فضول خرچی سے کیا جائے جس کے بارے میں ارشاد خداوندی ہے۔

"ان المبذرین کانوا اخوان الشیطین" (۲۳)

ترجمہ: یقیناً فضول خرچی کرنے والے شیطان کے بھائی ہیں۔

فضول خرچی کا غیر مشروع ہونا قرآن سے ثابت ہے اسی وجہ سے فضول خرچی کی غیر مشروعیت سے مال لٹانے والا اس مال کا مالک نہیں رہ سکتا۔ جو اس نے لٹایا ہو (یعنی ایسا نہیں ہو سکتا کہ اس کا وہ غیر مشروع عمل نہ ہونے کے مترادف قرار دیا جائے)۔

اس کے برعکس طلاق ایک مشروع عمل ہے اب اگر طلاق دینے والا (جس کا اسے اختیار حاصل ہے) غیر مشروع طریقے سے تین طلاقیں دے دیتا ہے تو وہ ان تین طلاقوں کا مالک کیوں کر رہ سکتا ہے؟

احادیث میں سے حدیث مخرمہ کو خصوصی طور پر پیش کیا جاتا ہے وہ کچھ اس طرح سے ہے:

"و اخبرنا مخرمة عن ابیه قال سمعت محمود بن لبید قال اخبر رسول اللہ ﷺ عن رجل طلق امراۃ ثلث تطلیقات جمعا فقام غضبانا ثم قال ایلعب بکتاب اللہ و انا بین اظهرکم حتیٰ قام رجل و قال یارسول اللہ الا اقتله" (۲۴)

ترجمہ: مخرمہ اپنے والد کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ اس نے محمود بن لبید کو کہتے ہوئے سنا کہ رسول اللہ ﷺ کو ایک شخص کے بارے میں اطلاع دی گئی کہ اس نے اپنی بیوی کو ایک ساتھ تین طلاقیں دیں تو رسول اللہ ﷺ غصے میں کھڑے ہو گئے پھر فرمایا کہ کیا کتاب اللہ کے ساتھ

میری موجودگی ہی میں کھیلا جارہا ہے اس پر ایک آدمی نے کھڑے ہو کر
کہایارسول اللہ ﷺ کیا میں اس شخص کو قتل نہ کردوں ؟

یہ روایت صرف ایک ہی ہے کہ اس میں کہیں سے بھی یہ مترشح نہیں ہوتا کہ رسول اللہ ﷺ نے اس طلاق کو رد کردیا ہو اس کے عدم وقوع کا حکم جاری فرمایا ہو۔ فقہی قاعدہ یہ ہے کہ مسئلہ کی وضاحت کا اگر موقع ہو تو یہ بات شارع سے بعید ہے کہ وہ اس کی وضاحت نہ کرے پھر رسول اللہ ﷺ کی ڈیوٹی

لتبین للناس ما نزل الیھم (۲۵)(لوگوں کے لئے نازل شدہ احکامات کی وضاحت کرے) کی ہے۔اس لئے عدم وقوع طلاق کا استدلال کہاں سے کیا جاسکتا ہے؟

حدیث ابن عمرؓ کے مطابق حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے حالت حیض اپنی بیوی کو طلاق یا طلاقیں دیں اور حضرت عمرؓ نے اس معاملہ کو رسول اللہ ﷺ کے پاس اٹھایا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا"مرہ فلیراجعھا" اسے حکم دو کہ وہ اسے (بیوی کو) رجوع کرے (۲۶) اس رجوع کا سوائے اس کے اور کیا مطلب ہو سکتا ہے کہ اسے طلاق ہوئی ہے۔ ورنہ رجوع کی جگہ عدم وقوع کے بارے میں بھی کہا جاسکتا تھا۔اس وجہ سے طلاق کے عدم وقوع میں ثبوت کے لحاظ سے کوئی قوت نہیں۔ جبکہ حدیث مخرمہ سے عدم وقوع طلاق کے استدلال کے مقابلے میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ حضرت عویمر العجلانیؓ' حضرت رفاعہؓ اور فاطمہ بنت قیسؓ والی احادیث سے طلاق بدعت ثابت ہے چاہے حالت حیض میں ہو یا تین والی ہو۔

جہاں تک ناجائز اعمال کا تعلق ہے تو ایسے بہت سارے امور ہیں جن کو شارع نے ناجائز تو قرار دیا ہے لیکن ان کے اثرات کو بھی تسلیم کیا ہے مثلاً ناجائز قتل اسلام نے حرام قرار دیا ہے تو کیا کہا جاسکتا ہے کہ قتل کے ارتکاب کے بعد قتل قتل نہیں ہوگا۔اسی طرح شراب پینا' زنا کاری اور دوسرے مختلف ناجائز امور' ان تمام کے تسلیم کرنے سے مفر نہیں البتہ اس میں اثرات کے اعتبار سے وہ امور آسکتے ہیں جن کو شارع نے مستثنیٰ قرار دیا ہو جیسے فاترالعقل اور بچے کی طلاق واقع ہی نہیں ہوتی۔

دوسرا طبقہ طلاق ثلاثہ کو ایک رجعی طلاق مانتا ہے۔

اس نقطہ نظر کے سرخیل حافظ ابن القیم اور امام ابن تیمیہ بتائے جاتے ہیں اور کچھ لوگ ان کی رائے کی پیروی بھی کرتے ہیں حالانکہ بعض کے نزدیک حافظ ابن القیم اپنے سابقہ قول سے رجوع کر چکے ہیں۔

ان کے بقول بیک وقت تین طلاقیں قرآنی تعلیمات کے خلاف ہیں۔

ان کے نزدیک "الطلاق مرتان" اور "اذا طلقتم النساء" میں طلاق دینے کا ایسا طریقہ بتایا گیا ہے جس میں طلاق دینے کے بعد رجوع کا حق باقی رہے۔ ان آیات کے علاوہ اس سلسلے میں چند احادیث بھی پیش کی جاتی ہیں۔

۱۔ **"عن ابن عباس قال طلق رکانة امراته ثلاثا فی مجلس واحد فحزن علیها حزنا شدیداً فساله رسول الله ﷺ کیف طلقتها؟ قال طلقتها ثلاثا فقال فی مجلس واحد؟ قال نعم: قال فانما تلك واحدة فارجعها ان شئت' فراجعها" (۲۷)**

ترجمہ: حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ رکانہ نے اپنی بیوی کو ایک مجلس میں تین طلاقیں دیں اس کے بعد اس کو شدید رنج ہوا اس نے اس سلسلے میں رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا تو رسول اللہ ﷺ نے اس سے پوچھا کہ تم نے کس طرح طلاق دی تو اس نے کہا کہ میں نے تین طلاقیں دی ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے پوچھا ایک ہی مجلس میں؟ اس نے کہا ہاں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا یہ ایک طلاق ہوئی۔ اگر چاہو تو رجوع کر لو تو اس نے رجوع کر لیا۔

دوسری حدیث حضرت عمرؓ سے متعلق ہے۔

۲۔ **عن ابن عباس قال کان الطلاق علی عهد رسول الله ﷺ و ابی بکر و سنتین من خلافة عمر طلاق الثلاث واحدة فقال عمر بن الخطاب ان الناس قد استعجلوا فی امر قد کانت لهم فیه اناة فلو امضیناه علیهم فامضاه علیهم"(۲۸)**

ترجمہ : حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ، حضرت ابوبکر صدیقؓ کے عہد اور حضرت عمرؓ کی خلافت کے ابتدائی دو سال تک تین طلاقیں ایک تھیں پھر حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ جس کام میں لوگوں کے لئے غور و خوض کا موقع دیا گیا تھا، اس میں انہوں نے عجلت اختیار کرنی شروع کر دی ہے تو کیوں نہ ہم اس کو ان کے اوپر نافذ کر دیں تو انہوں نے نافذ کر دیا۔

تیسری حدیث حضرت عبداللہ بن عمرؓ والی ہے :

۳۔ ''عن الزبیر قال سالت ابن عمر عن رجل طلق امراتہ ثلاث وھی حائض فقال لی اتعرف ابن عمر (رضی اللہ عنہ) قلت نعم قال طلقت امراتی ثلاثا علی عھد رسول اللہ ﷺ (وھی حائض) فردھا رسول اللہ ﷺ الی السنۃ''(۲۹)

ترجمہ : حضرت زبیرؓ سے مروی ہے کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے اس شخص کے بارے میں سوال کیا جو اپنی بیوی کو حالت حیض میں طلاق ثلاثہ دے ابن عمر نے فرمایا کیا تم ابن عمر کو جانتے ہو؟ میں نے کہا ہاں۔ فرمایا میں نے اپنی بیوی کو رسول اللہ ﷺ کے عہد میں تین طلاقیں دیں جب کہ وہ حائضہ تھی تو رسول اللہ نے اسے سنت کی طرف لوٹا دیا۔

محمود بن لبید والی حدیث جس میں اس شخص کا تذکرہ رسول اللہ ﷺ کے سامنے کیا گیا جس نے یکمشت تین طلاقیں دی تھیں تو رسول اللہ ﷺ نے غصہ ہو کر فرمایا ''ایلعب بکتاب اللہ و انابین اظھر کم'' کیا کتاب اللہ کے ساتھ کھیلا جاتا ہے حالانکہ میں تمہارے درمیان موجود ہوں۔ اس حدیث سے ایک ہی چیز کی وضاحت ہوتی ہے اور وہ یہ کہ رسول اللہ ﷺ نے اس طریقے کو ناپسند فرمایا۔ تین طلاقوں کا عدم نفاذ یا تین کو ایک قرار دینا آخر کہاں سے مستنبط ہوتا ہے؟

جو آیات اور احادیث طلاق ثلاثہ کو تین کی جائے ایک طلاق کیلئے دلیل کے طور پر پیش کی جاتی ہیں۔ ان سے اس قسم کے استدلال کی کیا اہمیت ہے؟ ذیل میں ان کا تجزیہ پیش خدمت ہے۔

پہلی بات تو یہ کہ ''الطلاق مرتان'' والی آیت کی تعبیر تو ''دو'' ہی کی ممکن ہے ایک یا تین کی اس میں بظاہر کوئی گنجائش نہیں اس وجہ سے معروف تو دو طلاقیں ہی ہوئیں۔ اگر کوئی شخص بیک وقت' چاہے یکشمت یا الگ الگ' دو طلاقیں اپنی بیوی کو دے دیتا ہے تو کیا وہ ''دو'' طلاقیں ''دو'' واقع ہوں گی یا ایک ؟ اگر جواب یہ ہو کہ دو واقع ہو جاتی ہیں تو پھر یقیناً جو آدمی ایک یا تین طلاقیں اسی انداز سے دیتا ہے وہ بھی واقع ہو جاتی ہوں گی۔ لیکن اگر جواب ایک ساتھ دو طلاقوں کے عدم وقوع کا ہو یا ایک طلاق کے وقوع کا ہو تو سوال یہ پیدا ہو گا کہ دو طلاقیں کیوں واقع نہیں ہوں گی۔ ''الطلاق مرتان'' سے ایک طلاق کا استدلال کرنا آیت کے سیاق و سباق سے ہٹ کر ہے اس لئے کہ لفظ ''مرتان'' دو کا تقاضا کرتا ہے۔ ''ایک'' یا ''تین'' کا نہیں۔ جس طرح ''مرتان'' سے ''تین'' مراد لینا ممکن نہیں اسی طرح کوئی اور عدد بھی ممکن نہیں۔

رہا سنت کے مطابق طلاق دینے کا طریقہ تو یہ واجب نہیں بلکہ مستحسن ہے۔ بالکل اسی طرح جیسے رسول اللہ ﷺ نے حضرت زید بن حارثہؓ کو فرمایا :

''امسك عليك زوجك'' (۳۰)

ترجمہ : اپنی زوجہ کو اپنے ساتھ رکھ۔

لیکن انہوں نے ایسا نہیں کیا اگر یہ فرمان واجب ہوتا تو وہ ہرگز ایسا نہ کرتے۔

اسی طرح جمعہ کی اذان کے بعد خرید و فروخت کی باقاعدہ ممانعت آئی ہے۔ ارشاد خداوندی ہے :

''اذا نودی للصلوٰة من يوم الجمعة فاسعوا الىٰ ذكر الله و ذروا البيع'' (۳۱)

ترجمہ : جب جمعہ کی نماز کے لئے اذان دی جائے تو اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لئے دوڑو اور خرید و فروخت ترک کر دو۔

اب اگر منع شدہ عمل باطل نہیں ٹھہر سکتا تو اس کے مقابلے میں وہ عمل جس کی ادائیگی کے لئے ایک خاص طریقہ اختیار کرنے کا مطالبہ کیا گیا ہے۔ اگر وہ عمل اس خاص طریقے سے ادا نہ ہو تو کیا وہی عمل باطل ٹھہر سکتا ہے یا پھر اگر باطل ٹھہرتا ہے تو پھر جزوی طور پر کیوں ؟

جہاں تک ان احادیث کا تعلق ہے جو تین کی بجائے ایک کے وقوع پر دلیل کے طور پر

پیش کی جاسکتی ہیں محدثین کے نزدیک وہ تمام ایک طلاق کے وقوع پر حجت نہیں ہو سکتی۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ والی حدیث دو طرح سے مروی ہے ایک روایت میں حالت حیض میں تین طلاقوں کا تذکرہ ہے اور دوسری روایت میں حالت حیض میں ایک طلاق کا ذکر ہے۔ یہاں اس حدیث کی وضاحت کی ضرورت شدت سے محسوس کی جاسکتی ہے۔

دورانِ حیض طلاق دینا غیر مسنون ہے اور تین طلاقیں ایک ساتھ دینا بھی۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا رسول اللہ ﷺ کا حضرت عبداللہ بن عمرؓ کو رجوع کا حکم دورانِ حیض طلاق دینے کی وجہ سے تھا یا تین طلاقیں ایک ساتھ دینے کی وجہ سے یا پھر ان دونوں وجوہات کی بناء پر؟

اگر خلاف سنت عمل کا ابطال مقصود تھا تو نہ تو دورانِ حیض طلاق ہو سکتی تھی اور نہ ایک ساتھ تین طلاقوں کا وقوع۔ اگر مقصد یہ تھا کہ دونوں سے متعلق واضح کیا جائے کہ غلط ہیں تو حیض کی وجہ سے تو حکم واضح ہے لیکن یکمشت تین طلاقیں نظر انداز دکھائی دیتی ہیں۔ حالانکہ یہ فقہی قاعدے کے خلاف ہے کہ جب کسی واقعہ کا صدور ہو اور وہ وضاحت طلب ہو تو رسول اللہ ﷺ خاموش نہیں رہ سکتے۔ جہاں تک خاموش رہنے کا تعلق ہے تو رسول اللہ ﷺ کا خاموش رہنا سنت تقریری میں داخل ہے۔

شیعہ امامیہ بھی طلاق ثلاثہ کے عدم وقوع کے قائل ہیں۔ اگرچہ ابن عمرؓ کی طلاق ثلاثہ والی حدیث کے اکثر راوی شیعہ ہیں لیکن وہ اس حدیث پر اپنے دلائل کی بنیاد رکھتے ہی نہیں ان کے نزدیک طلاق بدعی چاہے حالت حیض میں ہو، یکمشت تین ہوں یا مباشرت والے طہر میں ہوں، کوئی بھی واقع نہیں ہوتی۔ (۳۲) اس وجہ سے ہم یہاں یہ رائے رکھنے میں حق بجانب ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی اس حدیث سے تین کی بجائے ایک رجعی طلاق کا استدلال چند افراد کی رائے ہے اور اسی حوالے سے منفرد ہے۔

جہاں تک دوسری روایت کا تعلق ہے جو کہ حضرت نافعؒ سے مروی ہے، جس کے مطابق حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے اپنی بیوی کو حالت حیض میں ایک طلاق دی تھی اس پر محدثین اور ائمہ کی غالب اکثریت کا اتفاق ہے۔

دوسری حدیث حضرت رکانہ والی ہے یہ بھی مختلف طرق سے مروی ہے ایک روایت

تو وہ ہے جس کے مطابق حضرت رکانہ نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دیں اور حضور ﷺ نے اسے رجوع کرنے کا کہا تھا اسی روایت کے بارے میں علامہ قرطبی فرماتے ہیں۔

"و اما حديث ركانة فقيل : انه حديث مضطرب منقطع لا يستند من وجه يحتج به" (۳۳)

ترجمہ : جہاں تک حدیث رکانہ کا تعلق ہے تو کہا گیا ہے کہ یہ مضطرب اور منقطع ہونے کی وجہ سے نا قابل حجت ہے۔

حضرت رکانہ سے متعلق دوسری روایت کچھ اس طرح ہے :

"عن الزبير بن سعيد عن عبدالله بن يزيد بن ركانة وهو فى قرية فاتيته فسالته فقال حدثنى ابى عن جدى انه طلق امراته البتة فاتى النبى ﷺ فذكر ذلك له فقال ما اردت فقال واحدة قال آلله قال الله قال هو ما نويت" (۳۴)

ترجمہ : زبیر بن سعید' عبداللہ بن علی بن یزید بن رکانہ سے روایت کرتے ہیں کہ وہ ایک بستی میں تھے تو میں اس کے پاس گیا اور اس سے پوچھا۔ اس نے کہا میرے باپ نے مجھے دادا کے حوالے سے بیان کیا ہے کہ اس نے اپنی بیوی کو طلاق بتہ (قطعی) دی تو نبی ﷺ کے پاس گئے اور اس کا تذکرہ کیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تمہارا اس سے کیا ارادہ تھا' تو اس نے کہا ایک طلاق کا فرمایا خدا!؟ اس نے کہا خدا تو پھر فرمایا یہ وہی ہو گی جس کی تم نے نیت کی۔

اس قسم کی دوسری روایت کا مضمون اس سے ملتا جلتا ہے۔

"ان ركانة ابن عبد يزيد طلق امراته سهيمة المزنية البتة فاخبر النبى ﷺ بذالك فقال والله ما اردت بها الا واحدة فردها اليه رسول الله ﷺ فطلقها الثانية فى زمان عمر بن الخطاب والثالثة فى زمان عثمان" (۳۵)

ترجمہ : رکانہ بن عبد یزید کہتے ہیں کہ اس نے اپنی بیوی سہیمہ المزنیہ کو طلاق بتہ

(قطعی) دی پھر میں نے اس کی خبر رسول اللہ ﷺ کو دی اور کہا خدا میرا ارادہ صرف ایک ہی طلاق دینے کا تھا تو اس پر رسول اللہ ﷺ نے اس زوجہ کو اس کی طرف لوٹایا پھر اس نے دوسری طلاق حضرت عمر کے زمانے میں اور تیسری حضرت عثمان کے زمانے میں دی۔

ان روایات کا مجموعی جائزہ لینے کے بعد یہ کہا جاسکتا ہے کہ یہ تمام روایات تین طلاقوں کے وقوع کی تائید میں پیش کی جانے والی تو ہو سکتی ہیں مخالفت میں نہیں۔

جبکہ امام ترمذی اور امام بخاری اس حدیث کو مضطرب قرار دیتے ہیں۔(۳۶) اس کی وجہ یہ ہے کہ ان میں کہیں "طلقها ثلاثا" کہیں "طلقها واحدة" اور کہیں "طلقها البتة" آیا ہے۔

جبکہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ والی حدیث کے راویوں میں سے آٹھ ایسے راوی ہیں جو ان سے اس روایت کے خلاف تین طلاقوں کے وقوع کا مسلک بیان کرتے ہیں۔(۳۷)

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا مسلک تین طلاقوں سے متعلق بالکل واضح ہے۔

"ان سعيد ابن جبير و مجاهد و عطاء و عمرو بن دينار و مالك بن الحويرث و محمد بن اياس بن البكير والنعمان بن ابى عياش رووا عن ابن عباس فيمن طلق امراته ولا ينكحها الا بعد زوج (۳۸)

ترجمہ : حضرت سعید بن جبیر، مجاہد، عطاء، عمرو بن دینار، مالک بن حویرث محمد بن ایاس بن البکیر اور نعمان بن ابی عیاش حضرت ابن عباسؓ کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے اس آدمی کے بارے میں جس نے طلاق ثلاثہ دی فرمایا (کہ اس نے اپنے رب کی نافرمانی کی اور اس کی بیوی اس سے بائن ہو گئی) اور دوسرے شخص سے نکاح کے بعد ہی وہ اس سے نکاح کر سکتا ہے۔

اسی طرح مفتیانِ عظام کے بارے میں ہے :

"واتفق ائمة الفتوى على لزوم ايقاع الطلاق الثلاث فى كلمة واحدة" (۳۹)

ترجمہ : کہ فتویٰ کے اماموں کا اس بات پر اتفاق ہے کہ یکمشت تین طلاقیں واقع ہوتی ہیں۔

ابو داؤد نے نافع بن عجیر اور عبداللہ بن علیؓ بن یزید بن رکانہ کی روایت کو نقل کر کے کہا ہے :

"اصح لانهم ولد الرجل' واهله اعلم به" (۴۰)

ترجمہ : کہ یہ صحیح ترین ہیں اس لئے کہ وہ مذکورہ شخص کی اولاد میں سے ہیں اور ان کے اہل وعیال اس سلسلے میں زیادہ جانتے ہیں۔

اسی طرح ابو داؤد نے نافع بن عجیر بن عبدیزید بن رکانہ کے نسب کی تصریح بھی کی ہے۔ (۴۱)

جہاں تک حدیث رکانہ کے الفاظ کا تعلق ہے تو ایک طرف "الثلثة" اور دوسری طرف "البتة" کے الفاظ آئے ہیں اہل علم یہ بات اچھی طرح سمجھتے ہیں کہ ان دونوں میں کتابت کے اعتبار سے کافی حد تک مشابہت پائی جاتی ہے۔ اس حوالے سے عین ممکن ہے کہ نافع بن عجیر اور عبداللہ بن علی والی روایات مضمون کے لحاظ سے ایک ہی ہوں۔

تیسرا پہلو طلاق ثلاثہ کا حضرت عمر فاروقؓ سے متعلق ہے۔ عبداللہ بن عباس کی روایت کے مطابق حضرت عمرؓ نے تین طلاقوں کو ایک کی بجائے تین قرار دیا تھا۔ گھر میں حضرت عمرؓ کے بیٹے حضرت عبداللہ بن عمرؓ کا واقعہ ان کے سامنے ہے وہ اپنی بیوی کو طلاق ثلاثہ دیتے ہیں اس واقعہ کو رسول اللہ ﷺ کے سامنے لے جایا جاتا ہے اور وہاں سے اس کی وضاحت ہو جاتی ہے کہ طلاقیں تین واقع نہیں ہوئیں پھر بھی حضرت عمرؓ جب خود فیصلہ کرتے ہیں تو سنت رسول کے خلاف فیصلہ صادر کر دیتے ہیں کیا حضرت عمرؓ کی شخصیت اور ان جیسے باعمل شخص کے حوالے سے ایسا ممکن ہے؟ حالانکہ ان کا مجموعی عمل اس کے برعکس ہے حضرت عمرؓ کے عمل کا اگر درج ذیل آیت کے حوالے سے جائزہ لیا جائے۔ ارشاد خداوندی ہے :

"فلا و ربك لا يؤمنون حتىٰ يحكموك فيما شجر بينهم ثم لا يجدوا في انفسهم حرجاً مما قضيت" (۴۲)

ترجمہ : تمہارے رب کی قسم مومن نہیں ہو سکتے اس وقت تک جب تک اپنے تنازعات میں آپ ﷺ کو حکم نہ ٹھہرائیں اور پھر آپ کے فیصلے سے

متعلق اپنے دلوں میں (کسی بھی قسم کی) تنگی محسوس نہ کریں۔

حضرت عمرؓ تو اس آیت کا عملی مصداق تھے۔ یہی وجہ تھی کہ ایک یہودی اور منافق کے جھگڑے میں جب منافق نے رسول اللہ ﷺ کے فیصلے کے بعد حضرت عمرؓ کو فیصلہ کرنے کے لئے کہا تو آپ نے بلا تامل تلوار نکالی اور اس کا کام تمام کر دیا۔ (۴۳) بھلا ایسے شخص سے خلاف سنت عمل کی توقع کیسے کی جا سکتی ہے خواہ اس عمل کی توجیہہ کچھ بھی کی جائے۔

اس وقت کے مشہور مفتیوں میں حضرت عمرؓ بذاتِ خود، حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ، حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ، حضرت معاذ ابن جبلؓ، حضرت ابی بن کعبؓ اور حضرت زید بن ثابتؓ تھے۔ ان میں سے کثرت سے فتویٰ دینے والے حضرت عمر بن الخطابؓ، حضرت علی بن ابی طالبؓ، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اور زید بن ثابتؓ تھے۔ (۴۴)

کیا یہ ممکن ہے کہ خلاف شرع کوئی کام ہو رہا ہو گا اور صحابہ کرام اس سلسلے میں خاموش رہیں؟

تیسرا طبقہ طلاق ثلاثہ کے قائلین کا ہے:

ان کے مطابق خداوند تعالیٰ نے مرد کو اپنی بیوی سے علیحدہ ہونے کے لئے تین طلاقوں کا اختیار دیا ہے۔ جس کا تذکرہ قرآن کریم کی آیت "**الطلاق مرتان فامساك بمعروف او تسريح باحسان**" میں کیا گیا ہے۔ اس میں طلاق کے استعمال کے بعد "**امساك**" (رجوع) اور اگر رجوع نہ ہو تو "**تسريح**" (چھوڑنے) کا تذکرہ ہے۔

انس بن مالکؓ سے مروی ہے:

> "**قال رجل للنبی ﷺ: انی اسمع الله تعالىٰ يقول (الطلاق مرتان) فأين الثالثة؟ قال (امساك بمعروف او تسريح باحسان) هی الثالثة**" (۴۵)

ترجمہ: ایک آدمی نے نبی ﷺ سے کہا میں سنتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ "الطلاق مرتان" فرماتا ہے تو تیسری طلاق کہاں ہے؟

فرمایا "**امساك بمعروف او تسريح باحسان**" ہی تیسری ہے۔

اس کی مزید وضاحت عدت والی آیت سے ہوتی ہے طلاق عدت کے دینے کے حوالہ سے متعلق ارشاد ہوا۔

"اذا طلقتم النساء فبلغن اجلهن فامسكوهن بمعروف او سرحوهن بمعروف(۴۶)

ترجمہ : جب تم اپنی بیویوں کو طلاق دو اور وہ اپنی عدت کو پہنچ جائیں تو ان کو یا تو معروف طریقے سے ساتھ رکھو (یعنی رجوع کرو) یا پھر معروف طریقے سے ان سے جدائی اختیار کرو۔ (یعنی عدت کو ختم ہونے دو)

اسی طرح ارشاد ربانی ہے :

"فاذا بلغن اجلهن فامسكوهن بمعروف او فارقوهن بمعروف...... ومن يتق الله يجعل له مخرجاً(۴۷)

پھر جب وہ (مطلقہ عورتیں) اپنی عدت گزرنے کے قریب پہنچ جائیں تو تم کو اختیار ہے کہ ان کو قاعدہ کے مطابق نکاح میں رہنے دو یا قاعدہ کے مطابق ان کو علیحدہ کرو اور جو اللہ سے ڈرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لئے (اس مشکل سے نکلنے کا کوئی نہ کوئی) طریقہ نکال دیتا ہے۔ یہاں آیت کے آخر میں "ومن یتق اللہ یجعل لہ مخرجاً" کا صاف اور واضح مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی ضابطے کے مطابق طلاق دیتا ہے تو اس کے لئے راستہ نکالنے کی گنجائش ہے اور جو ایسا نہیں کرتا اس کے لئے کوئی راستہ نہیں۔ قرآن کریم میں رسول اکرم ﷺ کو مخاطب کرتے ہوئے ارشاد ہوا۔

"ياايها النبى اذا طلقتم النساء فطلقوهن لعدتهن واحصوا العدة واتقوا الله ربكم" (۴۸)

ترجمہ : اے نبی ﷺ جب تم (لوگ) عورتوں کو طلاق دو تو ان کی عدت کے اوقات پر طلاق دو اور عدت کا حساب رکھو اور اللہ سے ڈرو جو تمہارا پروردگار ہے۔

اس آیت کا شانِ نزول یہ بیان کیا جاتا ہے :

"نزلت فى عبدالله بن عمر' طلق امراته حائضا تطليقة واحدة

فامره رسول اللہ ﷺ بان یراجعها ثم یمسکها حتیٰ تطهر و تحیض ثم تطهر فاذا اراد ان یطلقها فطلقها حین تطهر من قبل ان یجامعها فتلك العدة التی امر الله ان یطلق لها النساء" (۴۹)

ترجمہ : یہ (محولہ بالا) آیت حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے سلسلے میں نازل ہوئی جب انہوں نے اپنی بیوی کو دورانِ حیض ایک طلاق دی تو رسول اللہ ﷺ نے انہیں حکم دیا کہ اس سے رجوع کریں اور طہر آنے تک اسے ساتھ رکھیں پھر حیض آئے پھر پاک ہو پھر اگر طلاق دینا چاہیں تو طلاق دیں اس طہر میں جس میں مقاربت نہ ہو تو یہی وہ عدت ہے جس کا اللہ نے حکم دیا ہے کہ اس کے مطابق طلاق دی جائے۔

اس آیت میں آگے تعلیمات کا لحاظ نہ رکھتے ہوئے طلاق دینے کے متعلق ارشاد ہوا :

"و تلك حدود الله ومن یتعد حدود الله فقد ظلم نفسه لا تدری لعل الله یحدث بعد ذلك امراً" (۵۰)

ترجمہ : یہ سب اللہ تعالیٰ کے مقرر کردہ حدود (احکام) ہیں جس شخص نے ان (حدود) احکامات الٰہی سے تجاوز کیا اس نے اپنے اوپر ظلم کیا۔ کیا معلوم شاید اللہ تعالیٰ اس کے بعد کوئی نئی راہ پیدا فرمادیں۔

آیت ہذا طلاق کے مجوزہ طریق کار سے ہٹ کر ایک سے زائد طلاقوں کو اپنے اوپر ظلم قرار دے رہی ہے اور وجہ یہ بیان کی جارہی ہے کہ طلاق اگر رجعی ہو تو اس بات کا امکان ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے لئے آپس میں نباہ والا کوئی راستہ نکال لے۔

اسی طرح آیت کا ظاہری مفہوم اس غیر مقررہ طریقہ کو اپنے اوپر ظلم قرار دے رہا ہے۔ اسی میں "ظلم نفسه" کا تین طلاقوں کے علاوہ اور کیا مفہوم نکل سکتا ہے ؟

ہم خریدار ہیں .... ردی والے کو نہ دیں

مجلّہ فقہ اسلامی کے سابقہ (۲۰۰۰ء کے) شماروں کے ہم خریدار ہیں' براہِ کرم اپنے پرچے ردی والے کو بیچنے کی بجائے ہمیں ارسال فرماکر قیمت مع ڈاک خرچ یا ان کے متبادل تازہ شمارے حاصل کریں ۔ (مجلسِ ادارت)